ادب سیاسۃ الملوک کا منہج اور السیاسۃ الشرعیہ میں اس کی حیثیت: ایک تحقیقی جائزہ

* ڈاکٹر محمد ضیاء الحق

اسلامی ثقافت میں "السیاسة الشرعیه" کے موضوع پر متعدد انواع کی کتابیں ملتی ہیں۔ ان میں سے کچھ کتابیں فقہی اسلوب پر تحریر کی گئی ہیں اور کچھ کتابیں سیاسی اسلوب پر ترتیب دی گئی ہیں۔ فقہی اسلوب پر لکھی گئی کتابیں قانونی اور فقہی راہنمائی کی غرض سے تحریر کی گئیں۔ جب کہ سیاسة الملوک پر سیاسی انداز سے لکھی گئی کتابوں کا مقصد امراء، ملوک اور حکام کو سیاسی امور میں راہنمائی فراہم کرنا تھا۔

سیاسة الملوک کے موضوع پر کتابیں تحریر کرنے والوں میں زیادہ تر خلفاء، سلاطین اور امراء کے مشیر شامل رہے۔ یہ کتابیں ابتدائی طور پر خلفاء وسلاطین کو دیئے گئے مشورے تھے جنہیں پھر الگ سے مدون کر دیا گیا۔ "السیاسة الشرعیه" پر لکھی گئی کتابوں کے برعکس "سیاسة الملوک" پر لکھی گئی کتابیں یا تو خلفاء وامراء کے حکم سے مرتب کی گئیں یا پھر اس کی تحریک ان کی طرف سے ہوئی۔ اسلامی ثقافت میں "سیاسة الملوک" پر تحریر کی گئی کتابوں کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ اس ذخیرہ میں سے کئی نادر موتی تحقیق وتہذیب کے بعد منظر عام پر آچکے ہیں انہی میں سے چند اہم کتب کا تعارف اور ان کے منہج کا تجزیہ اس مقالہ میں پیش کیا گیا ہے۔

اسلامی سیاسی تاریخ میں "سیاسة الملوک" کی اہمیت

مسلمانوں کے ہاں سیاسی ارتقاء اور انتظامی ترقی کا مطالعہ "سیاسة الملوک" پر مشتمل کتابوں کے مطالعہ کے بغیر ممکن نہیں۔ یہ کتابیں نہ صرف سیاسی امور سے متعلق اسلامی فکر کو واضح کرتی ہیں بلکہ مسلمانوں کی سیاست پر غیر مسلموں کے اثرات کو بھی ظاہر کرتی ہیں۔ وحی پر مبنی قرآن وسنت اور فقہ سے متعلقہ علوم کے برعکس

* پروفیسر، اسلامک لاء۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔

مسلمانوں نے سیاسی معاملات میں غیر مسلم علماء کے افکار سے استفادہ کیا۔ سیاسہ الملوک پر لکھی گئی کتابوں میں مسائل سیاست کا حل قرآن وسنت اور اسلامی فکر سے تلاش کرنے کی ترجیحاً کوشش کی گئی ہے۔ اس کے بعد غیر مسلم سیاسی حکماء اور علماء کی آراء کو بھی نقل کی گیا نیز غیر مسلم حکمرانوں کی نظیریں بھی بیان کی گئیں تا کہ مسلمان خلفاء اور حکمران زیادہ جامع تدبیر کے ذریعے سیاسی امور سے متعلق فیصلے کر سکیں۔ ادب سیاسۃ الملوک، اسلامی سیاسی، قانونی اور سماجی اداروں کے ارتقاء کے مطالعہ کا ایک اہم مصدر ہے اس کے مطالعہ کے بغیر اسلامی سیاسی تاریخ کا درست تجزیہ ممکن ہے اور نہ ہی موجودہ حالات میں اسلامی اہداف کے حصول کے لیے سیاسی تنظیم واصلاحات کا کوئی امکان ہے۔(۱)

اسلامی سیاسی ادب کا ارتقاء

خلافت راشدہ کے خاتمے کے بعد اموی خلافت کا آغاز ہوا۔ اموی خلافت میں اسلامی ریاست کی حیثیت ایک متحد سیاسی یونٹ کی نہ تھی بلکہ اس میں کئی سیاسی گروہ اور احزاب شامل تھے جن کی سیاسی سوچ نہ صرف ایک دوسرے سے مختلف بلکہ بعض اوقات ایک دوسرے سے متصادم بھی تھی۔ اسی دور کے سیاسی تنازعات نے ادب سیاست کی تطویر وترویج میں اپنا کردار ادا کیا۔ جاہلی دور کے سیاسی ادب میں جو چیزیں شامل تھیں وہ بھی اموی دور کے سیاسی ادب کا حصہ بن گئیں۔ چنانچہ اس دور میں سیاسی ادب شعر، خطبات اور حوار کی صورت میں مدون ہوا اس ادب کی نشاۃ میں حصہ لینے والوں نے اپنے اپنے ممدوح کی سیاسی برتری کے ہدف کو مدنظر رکھا۔ اموی دور کا سیاسی ادب اس دور کی سیاسی تصویر ہے۔(۲)

علوم اسلامیہ کی تدوین کے حوالہ سے عباسی دور بڑا اہم ہے اس دور میں حدیث اور فقہ کے معروف مجموعات مدون ہوئے حدیث کی کتابوں میں محدثین نے سیاست اور امور سلطنت سے متعلقہ احادیث کو کتاب الامارۃ کے تحت جمع کر دیا جبکہ فقہ کی کتابوں میں الأحکام السلطانیة کے عنوان کے تحت سیاسی امور اور ریاستی اداروں کے متعلق فقہاء کی آراء کو مدون کر دیا گیا۔ حدیث اور فقہ کی بنیاد قرآن وسنت ہے اس لیے حدیث وفقہ کی تدوین میں قرآن وسنت کے علاوہ دوسرے مصادر سے نہ تو استشہاد کیا گیا اور نہ ہی ان پر اعتماد کیا گیا۔ اسلامی احکام سیاست کی بنیاد تو قرآن وسنت ہی ہے لیکن اس میں دوسری تہذیبوں اور ثقافتوں سے اخذ واستنباط کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔ مسلمانوں نے دینی علوم کی بنیاد وحی پر رکھی اور ان علوم میں کسی دوسری تہذیب سے نہ کچھ اخذ کیا اور نہ ہی کسی دوسری

تہذیب کا کوئی اثر قبول کیا۔ جبکہ دینی علوم کے برعکس سماجی اور سائنسی علوم میں مسلمانوں نے دوسری تہذیبوں سے اخذ کیا چنانچہ قبل از اسلام کی ایرانی، عربی، ہندی، روی اور یونانی تہذیبوں سے سماجی اور سائنسی علوم میں استفادہ کرتے ہوئے مسلمانوں نے نہ صرف ان تہذیبوں کے خصائص کو اسلامی تہذیب میں سمو دیا بلکہ اس کو مزید بہتر، ترقی یافتہ اور فاسد عناصر سے پاک کر کے جدید دور کی تہذیبی ترقی میں حصہ بھی ڈالا۔ (۳) جن علوم میں مسلمانوں نے دوسری تہذیبوں سے اخذ کیا اس کا اظہار بھی کیا اور مصادر استنباط کی واضح نشاندہی بھی کی (۴)

سماجی اور سائنسی علوم کی طرح **علوم السیاسیة** میں بھی مسلمان علماء نے دوسری تہذیبوں سے استفادہ کیا۔ قرآن وسنت کی بنیاد پر مدون شدہ حدیث وفقہ میں تو دوسری تہذیبوں کے افکار کو شامل نہیں کیا جا سکتا تھا لیکن **سیاسة الملوک** کی کتابوں میں غیر مسلم تہذیبوں سے ایسا استفادہ واضح طور پر موجود ہے جو بنیادی اسلامی اصولوں کے منافی نہیں ہے اور غالباً یہی وہ غرض وغایت ہے جس کی بنیاد پر سیاسۃ الملوک کی کتابیں **الاحکام السلطانیة** سے الگ منہج پر مدون کی گئیں۔ (۵)

سیاسة الملوک سے متعلقہ ادب کی تدوین تیسری صدی ہجری میں شروع ہوئی اور بارہویں صدی ہجری تک یہ سلسلہ جاری رہا مسلمان حکمرانوں نے امور ریاست وسیاست کو بہتر انداز سے چلانے کے لیے سیاسی ادب کی حوصلہ افزائی کی چنانچہ اس ادب میں شامل بہت سی کتابیں نہ صرف خلفاء اور ملوک کے حکم پر تحریر کی گئی۔ بلکہ فن سیاست میں ماہر علماء کو مناصب سیاست پر بھی فائز کیا گیا تا کہ اہل لوگ سیاسی امور سرانجام دیں۔ (۶)

سیاسة ملوک کی کتابوں سے متعلق ابتدائی تحریک کے بارے میں روایت ہے کہ خلیفہ مامون بن ہارون الرشید (۷) کے پاس یونانی زبان میں تحریر شدہ کتاب "**کتاب السیاسة فی تدبیر الرئاسة وضبط احوال المملکة السلطانیة**" پیش کی گئی۔ یہ کتاب فلسفی ارسطو نے بادشاہ اسکندر ذوالقرنین کے لیے تحریر کی تھی۔ مامون کو اس کتاب کا موضوع پسند آیا چنانچہ یحییٰ بن ماسویہ اور (۸) احمد حنین بن اسحاق (۹) کے ذمے اس کتاب کو عربی میں منتقل کرنے کا کام سونپا گیا۔ جب اس کتاب کا عربی ترجمہ خلیفہ کو پیش کیا گیا تو اسے یہ پسند آیا کیونکہ اس کی محتویات میں ایسے امور شامل تھے جن کا تعلق امور مملکت اور سیاست سے تھا۔ خلیفہ نے دونوں مترجمین کو ایک ایک ہزار سونے کے دینار عطا کیے اور انہیں مملکت کے رسمی مترجمین میں شامل کر دیا۔ (۱۰)

اس طرح سیاست الملوک پر منفرد کتب لکھنے کا آغاز ہوا۔اس موضوع پر جو اہم کتابیں تحریر کی گئیں ہیں ان کتابوں میں اہم دستیاب کتب کا تعارف اور ان کے منہج کا مطالعہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

❶ کتاب مفید العلوم ومبید الهموم

یہ کتاب جمال الدین ابوبکر الخوارزمی کی تحریر کردہ ہے، حسین شرف نے المطبعة الشرفية کے تحت ۱۹۰۹ء میں اسے شائع کیا اس کتاب کے مقدمہ میں مصنف نے دین اسلام کی اہمیت و برتری اور مسلمانوں کے لیے ایک صالح حکومت کی ضرورت و اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔علامہ الخوارزمی نے دنیا کی بے ثباتی کا ذکر کیا ہے اور انسانی زندگی کے عروج وزوال کو واضح کیا ہے۔اپنی کتاب کا تعارف کرواتے ہوئے مصنف تحریر کرتے ہیں:

> 'ويعرف به قواعد الشرع وقانون الممالك ونصرة المذهب ورد الخصم وتذكرة الآخرة وقاعدة العدل وعاقبة الامور ونزير العدو الى غير ذلك وانفقت فيه شطراً من صالح عمری وسميته مفيد العلوم ومبيد الهموم ورتبته على اثنين وثلاثين كتباً(۱۱)
>
> ''یہ کتاب شریعت کے بنیادی اصول، ریاست کے قانون، دین و مذہب کی حفاظت و حمایت کے رموز اور عقائد و احکام دینیہ پر معترضین کے اعتراضات اور اُن کے جوابات پر مشتمل ہے، نیز اس میں امور آخرت، عدل و انصاف کے قیام، معاملات کے نتائج اور دشمن کے مقابلہ کی تیاری کی اہمیت وغیرہ سے بھی بحث کی گئی ہے۔اس کتاب کی تالیف میں میں نے اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ صرف کیا ہے۔اور اس کتاب کا نام مفید العلوم ومبید الھموم رکھا ہے اور اسے ۳۲ اجزاء میں تقسیم کیا ہے''۔

جیسا کہ مصنف نے ذکر کیا ہے یہ کتاب ۳۲ اجزاء میں منقسم ہے ہر جز جسے مصنف نے کتاب کہا ہے متعدد ابواب میں منقسم ہے۔اس کتاب کے اہم موضوعات میں مبادیات دین ورسالت اور عقل کا تعلق، ملوک کے خزائن، مملکت کے مختلف علاقوں مملکت کی زمین کی صورت حال اور مملکت کے مختلف علاقوں میں سے بہترین علاقوں کے موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔(۱۲)

اس کتاب کا ایک اہم جزء ''السلطان'' ہے اس جزء کو بیس ضمنی ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ان ابواب میں فرد کے لیے سلطان کی اہمیت، سلطان کی فضیلت، سلطان کے لیے موجود خطرات، سلطان کے لیے مطلوبہ صفات، سلطان کے وزراء ومشیروں کے اوصاف، سلطان کے فرائض، سلطان کے لیے عدل کی اہمیت، سلطان پر ظلم میں انتباہ، عفو درگزر کی سلطان کے لیے اہمیت، سلطان کے محل وقصور اور ان کے آداب وغیرہ جیسے موضوعات کو شامل کیا گیا ہے۔ (۱۳)

کتاب السلطان کے اخری ابواب میں سلطان کی معزولی وزراء، باغیوں اور کافروں کے ساتھ سلطان کے سلوک سے متعلق ہدایات کو شامل کیا گیا ہے۔ (۱۴) کتاب السطان کے بعد کتاب اسرار الوزارۃ ہے۔ اس کتاب میں ۱۴ ابواب ہیں ان ابواب میں وزارت کی فضیلت، وزارت کی شرائط، مملکت کے لیے وزارت کی اہمیت اور وزراء کے فرائض جیسے امور کو شامل کیا گیا ہے۔ (۱۵) تاریخی واقعات ملوک سابقہ کے احوال، حکومتی امور سے متعلقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے تعامل کو بھی اس کتاب کے مضامین میں جگہ دی گئی ہے۔ کتاب میں اسلوب جنگ اور اس سے متعلقہ موضوعات بھی شامل ہیں۔ (۱۶)

اس کتاب کا اسلوب ادبی ہے مصنف کبھی تو براہ راست قاری سے مخاطب ہوتا ہے اور کبھی بیانیہ اسلوب میں واقعات بیان کر کے قاری کو نتائج اخذ کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ ابو بکر الخوارزمی نے اس کتاب کے لیے مواد کا استشہاد قرآن وسنت سے کیا ہے۔ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ کہیں کہیں پر یونانی اور رومی مثالیں اور واقعات بھی موجود ہیں اس کتاب کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصنف نے اس کتاب کی تحریر میں قبل از اسلام کے سیاسی ادب کو بھی مدّ نظر رکھا۔ کتاب کے مضامین سے محسوس ہوتا ہے کہ مصنف کا مقصد امور مملکت کی انجام دہی میں رؤساء اور وزراء کی معاونت اور راہنمائی کرنا ہے کہ یہ کتاب اسلامی سیاسی ادب میں ایک اہم مصدر کی حیثیت رکھتی ہے۔

❷ الإمامة والسياسة المعروف بتاريخ الخلفاء

للإمام أبی عبد اللہ بن مسلم ابن قتیبه الدینوری

عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ (۱۷) ان علماء میں سے ہیں جو کئی فنون کے ماہر ہیں۔ ابن قتیبہ کی تفسیر، حدیث، تاریخ عربی زبان اور نحو میں تحریر کی گئی کئی کتابیں ہیں۔ الامامة والسیاسة اسلامی تاریخ کے عظیم الشان دور کا عکس ہے۔ اس کتاب میں ان بڑے بڑے سیاسی حوادث کا ذکر ہے جن میں مسلمانوں نے عقل وشعور کے استعمال سے ایسے نتائج حاصل کئے جو مسلمانوں کے لیے مفید ثابت ہوئے۔ یہ کتاب امور مملکت کی مہارت اور سیاسی تدابیر کا مجموعہ ہے۔ جو محقق مسلمانوں کی ابتدائی سیاسی تاریخ اور بعد کے خلفاء کی سیاسی ترجیحات کا مطالعہ کرنا چاہتا ہے یہ کتاب اس کے لیے ناگزیر مصدر کی حیثیت رکھتی ہے۔

الإمامة والسياسة کے مقدمہ میں مصنف نے خلافت کے آغاز اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے کے واقعات کی تفاصیل بیان کی ہیں اور ساتھ ہی وہ دلائل پیش کیے ہیں جن کی بنیاد پر حضرت ابوبکر رضی الہ عنہ کا بطور خلیفہ الرسول انتخاب کیا گیا ہے۔ (۱۸) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اہم واقعات کے بعد مسلم بن قتیبہ نے حضرت عمر کی خلافت، آپ کی شہادت اور آپ کی طرف سے شوری کی تقرری کے واقعات کو بیان کیا ہے۔ (۱۹) اس کے بعد حضرت عثمان، حضرت علی کی خلافت کے اہم واقعات، اموی خلافت کے آغاز اور اموي خلفاء کے اہم مراسلات وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

الامامة والسياسة کی پہلی جلد میں صدر الاسلام کی سیاسی صورت حال کی مجموعی تصویر کشی کی گئی ہے۔ اس کتاب کی دوسری جلد میں بھی اموی اور پھر عباسی خلافت کے سیاسی واقعات اور امور کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ کتاب کی آخری مبحث المأمون کے خلافت سنبھالنے کے واقعات تک ہے۔

الإمامة والسياسة کا اسلوب سیاسی واقعاتی اور تاریخی ہے۔ پہلی دو صدیوں کی یہ سیاسی تاریخ اہم واقعات کی تفاصیل سے بھری ہوئی ہے۔ مصنف نے واقعات کو مختلف روایات سے اخذ کیا ہے۔ روایات کا ذکر کرتے ہوئے وہ اسناد بھی بیان کرتے ہیں۔ ہر واقعہ یا حادثہ کو بیان کرنے سے پہلے اس کا عنوان بناتے ہیں۔ الإمامة والسياسة کو سياسة الملوک کی کئی دوسری کتابوں کے برعکس ابواب اور کتب میں تقسیم نہیں کیا گیا ہے

بلکہ ہر موضوع سے متعلق الگ عنوان قائم کر دیا گیا ہے۔ اگر چہ مصنف نے اسناد کا التزام کیا ہے لیکن بعض جگہوں پر وہ راویوں کا ذکر کرنے کی بجائے صرف یہ کہہ دیتے ہیں کہ "وذکروا، جس جگہ مصنف کو مکمل اسناد ملتی ہیں خاص طور پر خلفاء راشدین کے دور کے واقعات میں ان اسناد کا ذکر ضرور موجود ہے۔ ابتدائی دوصدیوں کی سیاسی تاریخ کے حوالے سے اس کتاب کی حیثیت ایک اہم مصدر کی ہے۔

❸ رسوم دار الخلافه از للإمام أبی الحسن هلال بن محسن

"رسوم دار الخلافة هلال بن محسن" کی تالیف ہے۔ ہلال بن محسن ابتدائی طور پر صابی تھے بعد میں مسلمان ہو گئے۔ ہلال بن محسن نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور مسلمان ہو گئے۔ ان کے دادا قرآن پاک کے حافظ تھے لیکن مسلمان نہیں ہوئے۔ اس کتاب کے نسخے ۴۵۵ھ میں تیار کیے گئے۔ ہلال بن محسن کی اہم کتب میں، التاریخ، کتاب الوزراء، الرسائل، کتاب اخبار بغداد کتاب الکتب اور کتاب السیاسۃ شامل ہیں۔ زیر بحث کتاب رسوم دار الخلافہ کو Elie A. Salem کی تحقیق سے "Labananese Commission for the Translation of Great works Beirut" کی طرف سے ۱۹۷۷ء میں شائع کیا گیا۔

کتاب کے ابتدائی صفحات میں مصنف نے عباسی خلافت کی تعریف وتوصیف کی ہے۔ اس حصہ میں ہلال نے اپنی زبان دانی کی تمام مہارت کو عباسی خلافت کے ساتھ اپنی عقیدت کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال کیا ہے۔ اس کے بعد والے حصہ میں ہلال نے دار الخلافہ کی رسم ورواج کے بیان کا آغاز کیا ہے۔ مصنف اپنے ہم عصر مصنفین کے برعکس اپنی کتاب کو ابواب وفصول کے عنوانات میں تقسیم نہیں کیا تاہم کتاب کے ہر جزء کے پہلے جملے میں زیر بحث موضوعات کی نشاندہی ضرور کی ہے۔ کتاب کے محقق نے انگریزی میں ترجمہ کرتے ہوئے۔ ابواب کا اضافہ کر دیا ہے۔

اس کتاب میں مصنف نے خلفاء کے حضور گفتگو اور ان کے ہمراہ سواری کے آداب بیان کیے ہیں۔ نیز اس نے کوشش کی ہے کہ دار الخلافة العباسية کے دربار کی تمام رسوم، قواعد وضوابط اور پروٹوکول کو اس کتاب میں مدون کر دے۔

ہلال نے یہ کتاب القائم بأمر اللہ (۴۲۳ھ۔۴۶۸ھ) کے دور میں تحریر کی تاہم اس نے کوشش کی ہے کہ ابتدائی عباسی دور کے خلفاء کے دور کے قواعد وضوابط بھی درج کردے۔ چنانچہ اس کتاب میں مامون الرشید (۱۷۰ھ۱۹۴ھ) اور امین (۱۹۴ھ۔۱۹۸ھ) کے دور سے لے کر القائم کے دور تک دربار کے قواعد وضوابط ملتے ہیں۔ رسوم دار الخلافہ ۲۰۳ صفحات پر مشتمل کتاب ہے۔ اس کا اسلوب اور زبان منفرد اور واضح ہے۔ اگرچہ یہ کتاب بیانیہ انداز میں تحریر کی گئی ہے لیکن یہ ایک تکنیکی کتاب ہے۔ صاحب کتاب منطقی اور تاریخی اسلوب سے واقعات کو بیان کرنے کی بجائے۔ اس دور کے آداب اور اخلاق کو واضح کرنے میں زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں۔ کتاب خلفاء بنو عباس کی ذاتی زندگی کے قریبی گوشوں سے آگاہ کرتی ہے۔ اس کتاب کا شمار بنو عباس کے دور کے حقائق سے آگاہی کے اہم ماخذوں میں کیا جاتا ہے۔ (۲۰)

❹ رسل الملوک ومن یصلح للرسالة والسفارة للإمام أبو علی الحسین بن محمد المعروف بإبن الفراء.

اس کتاب کے مصنف کے بارے میں مختلف آراء ہیں۔ کتاب کے محقق **صلاح الدین المنجد** نے اس کتاب کا مخطوطہ مرحوم احمد زکی پاشا کے مجموعہ مخطوطات سے **دار الکتب المصریة** کے ذریعے حاصل کیا (۲۱) انہوں نے مقدمہ تحقیق میں کتاب کے مصنف کے بارے میں سیر حاصل بحث کی ہے اور کتاب کے اسلوب کی بناء پر یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اس کتاب کے مؤلف کا تعلق چوتھی صدی ہجری کے آواخر یا پانچویں صدی ہجری کے اوائل سے ہے۔ ابن الفراء اور اس سے ملتے جلتے ناموں کی تفاصیل کا ذکر کرنے کے بعد محقق صلاح الدین المنجد کا خیال ہے کہ اس کتاب کے مؤلف الحسین بن محمد الکاتب القرطبی ہیں کیونکہ یہی وہ نام ہے جو مخطوطہ پر مکتوب مصنف کے نام کے قریب ترین ہے۔ مزید یہ کہ سفارت کاری اور اس سے متعلق مواد کو اس کتاب میں شامل کیا گیا ہے اور جس دور میں یہ کتاب تحریر ہوئی وہ دور اندلس کی سفارت کاری کے عروج کا دور تھا۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ ابن الفراء القرطبی ہی اس کتاب کے مؤلف ہیں۔ (۲۲)

یہ کتاب ۲ جلدوں میں ہے پہلی جلد ابن الفراء کی تحریر ہے جبکہ دوسری جلد **فصول فی الدبلوماسة والرسل فی بلاد المغرب صلاح الدین المنجد** کی تصنیف ہے ابن الفراء نے اس کتاب کو اکیس ابواب

میں تقسیم کیا ہے۔ان ابواب میں مصنف نے جن موضوعات سے متعلق مواد فراہم کیا ہے اس کا ایک خلاصہ مقدمہ میں پیش کیا گیا ہے۔ چنانچہ ابن الفراء زیر بحث کتاب کے موضوعات کا تعارف کرواتے ہوئے لکھتے ہیں۔

سألتني-أيدك الله-أن ابين لك فضل الرسل ومن يصلح للرسالة والسفارة ومن أمر من الملوك الأوائل ، والحكماء الأفاضل، بإرسال رسول، ومن نهى عن ذلك، وكيف تكون صفة الرسول، وما ينبغي لمن أرسل لملك إذا كان منازلاً لملك أن يعمل في الاحتياط لنفسه، ولمن أرسله ، ومن حمد على قديم الوقت من الرسل ومن ذم، وما قالت الحكماء والبلغاء والشعراء في ذلك (۲۳)

''اللہ تعالیٰ آپ کی تائید فرمائے آپ نے مجھ سے دریافت کیا ہے کہ میں آپ کے لیے سفراء کی اہمیت کی وضاحت کروں۔ نیز اس بات کی نشاندہی کروں کہ کون سفارت کاری کے لیے مناسب ہے۔ بادشاہوں، داناؤں اور تجربہ کار افراد نے کن لوگوں کو سفارت کاری کے کے لیے منتخب کیا اور کن لوگوں کو اس سے منع کیا۔ نیز سفیر کی کیا صفات ہیں۔ سفیر جس کے ذمے بادشاہ نے اہم مہم لگائی ہے اس کو اپنی ذات کے بارے میں کیا احتیاط کرنی چاہیے۔ زمانہ قدیم سے کن سفراء کی تعریف کی گئی اور کن کی مذمت کی گئی۔ اہل دانش، شعراء اور ماہرین لغت نے سفارت کاری اور سفراء کے بارے میں کیا کہا ہے''۔

جن موضوعات کا ابن الفراء نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں ذکر کیا انہی کو انہوں نے اپنی کتاب کے اکیس ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ ابتدائی تین ابواب میں اللہ تعالیٰ کے رسل اور انبیاء اور ان کے احترام کا ذکر کیا گیا ہے۔ نیز سفراء رسول ﷺ کا تعارف کروایا گیا ہے (۲۴) چوتھے باب سے ساتویں باب تک سفراء کی صفات کو زیر بحث لایا گیا ہے (۲۵) آٹھویں باب سے دسویں باب تک سفراء کی ذمہ داریوں اور ان کو فرائض کی انجام دہی کے طریقوں سے آگاہ کیا گیا ہے۔ گیارہویں باب سے چودھویں باب میں بادشاہوں اور ملوک کو سفراء سے تعامل کرتے ہوئے احتیاطی تدابیر سے آگاہ کیا گیا ہے۔ پندرھویں باب میں قبل از اسلام کے جاہلی دور کے سفارت کاری کے نظام کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ جبکہ اخری ابواب سفارت کاری کے اداب سے متعلق ہیں۔ (۲۸)

یہ کتاب اپنی ہم عصر کتب میں اپنے منفرد اسلوب کی بناء پر ممتاز ہے۔قرون وسطی کی **سیاسة الملوک** کی کتب میں تمام اہم سیاسی موضوعات زیر بحث لائے جاتے ہیں جبکہ اس کتاب میں صرف سفارت کاری اور بادشاہوں کے سفراء سے متعلق امور ہی شامل کیے گئے ہیں۔کتاب کا موضوع نادر ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے ایسے امور کو شامل کیا ہے جن کو آج کل کے بین الاقوامی قانون میں زیر بحث لایا جاتا ہے۔اس کتاب کو ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت بھی حاصل ہے کیونکہ اس کتاب میں عصر عباسی کی اہم سفارتی مہمات کی تفصیلات بھی موجود ہیں۔اس کتاب میں بعض نایاب کتب سے مواد حاصل کیا گیا ہے۔ارسطو نے اسکندر کے لیے کتاب **السیاسة العامة** تحریر کی۔اس کتاب سے بھی مواد زیر بحث کتاب میں شامل ہے۔مصنف نے یونانیوں کے علاوہ ہندوستانی اور ایرانی تہذیبوں سے بھی اپنی کتاب کے لیے مواد حاصل کیا ہے۔سیاسی ادب میں سفارت کاری سے متعلق یہ کتاب ایک اہم مصدر کی حیثیت رکھتی ہے۔(۲۷)

❺ أدب الوزير المعروف بقوانين الوزارة وسياسة الملوک للماوردی

قاضی القضاۃ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی ۴۵۰ھ میں فوت ہوئے اُن کا تعلق بصرہ سے تھا۔ **الأحکام السلطانیة** کے اعتبار سے معروف ہوئے ان کی مشہور تصانیف میں کتاب **الحاوی في الفقه،أدب الدنیا والدین** وغیرہ معروف ہیں۔زیر بحث کتاب **أدب الوزیر** بھی **الماوردی** کی تصنیف ہے۔الماوری کا انتقال بغداد میں ہوا اور وہیں پر انہیں سپرد خاک کر دیا گیا ہے۔(۲۸)

الماوردی کی یہ نادر تصنیف مکتبہ الخانجی نے ۱۹۲۹ء میں شائع کی اس کتاب میں الماوردی نے الأحکام السلطانیة کی طرح فن السیاسۃ اور تدبیر مملکت سے متعلق مواد کو جمع کیا ہے۔الأحکام السلطانیة کے برعکس اس رسالہ میں الماوردی نے وزراء اور ان سے متعلقہ امور سے متعلق ہی گفتگو کی ہے۔الأحکام السلطانیۃ طویل عرصے سے طبع ہو رہی ہے لیکن وزراء سے متعلق یہ رسالہ جسے ناشر نے أدب الوزیر کا نام دیا ہے پہلی مرتبہ ۱۹۲۱ میں شائع ہوا۔

یہ کتاب الماوردی سے مروی ہے۔اس کتاب کو فصول اور مطالب میں تقسیم کیا گیا ہے۔کتاب کا آغاز مصنف کے طویل مقدمہ سے ہوتا ہے۔اس مقدمہ میں الماوردی وزیر سے مخاطب ہو کر اسے اس کے منصب کی اہمیت اور حساسیت سے آگاہ کرتے ہیں۔چنانچہ الماوردی وزیر کو نصیحت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

"واعلم أيها الوزير انك مباشر لتدبير ملك له أس ـ هو الدين المشروع ونظام هو الحق المتبوع ـ وقد قيل : منازع الحق مخصوم۔ فاجعل الدين قائدك والحق رائدك يذل لك كل صعب، ويتسهل عليك كل خطب لان للدين أنصار، وللحق أعواناً (۲۹).

مقدمہ میں الماوردی وزیر کو اخلاق عالیہ اور عدل وانصاف کی نصیحت کرتے ہیں۔ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور علماء وحکماء کے اقوال کے ذریعے وزیر کی شخصیت کی تعمیر میں اپنا حصہ ڈال رہے ہیں۔ مقدمہ کے بعد پہلی فصل میں وزارت کا مفہوم اس کی اقسام اور اس سے متعلقہ امور زیر بحث لائے گئے ہیں۔ (۳۰)

ادب الوزیر کی دوسری فصل (الدفاع مهمة الوزير) ہے۔ اس فصل میں الماوردی وزیر کے دفاع سے متعلق فرائض کی وضاحت کرتے ہیں۔ اس کتاب کی تیسری فصل (من مزايا الوزير وصفاته) میں الماوردی وزیر کی صفات اور اس کو ایسی تدابیر بتاتے ہیں جن سے وہ اپنے آپ کو اپنے دشمنوں سے محفوظ سلامت رکھ سکتا ہے۔ چوتھی فصل (في الحذر) میں الماوردی وزیر کو ضروری احتیاطوں سے آگاہ کرتے ہیں پانچویں فصل وزیر کی تقرری سے متعلق ہے۔ چھٹی فصل معزولی سے متعلقہ ہے۔ ساتویں فصل وزیر تنفیذ سے متعلق ہے۔ آٹھویں فصل الرای اور مشورہ سے متعلق ہے۔ باقی فصول میں الماوردی نے ایسا مواد جمع کیا ہے جو وزیر کو بادشاہ کو سمجھنے اور اس کے اعتماد کو حاصل کرنے کے طریقوں سے متعلق ہے۔ (۳۱)

اُدب الوزیر اسلامی سیاسی ادب کی منفرد کتاب ہے۔ اگرچہ وزارت اور اس سے متعلقہ امور سیاسة الملوک کی کتابوں میں متفرق جگہوں پر ملتے ہیں لیکن شاید وزارت اور وزراء کے متعلق سارے مواد کو ایک جگہ یکجا کرنے کا جو کام الماوردی نے کیا ہے۔ وہ منفرد اور شاہکار ہے۔ وزارت کا ادارہ مسلمانوں کے ہاں ایرانیوں سے منتقل ہوا۔ اس ادارے کے قواعد وضوابط الماوردی جیسے ماہرین نے اسلامی اصولوں کے مطابق مدون کئے۔ کتاب کا اسلوب مؤثر اور براہ راست ہے۔ الماوردی مخاطب کا صیغہ استعمال کر کے وزیر کو صریح الفاظ میں مشورہ دیتے ہیں، کبھی نصیحت کرتے ہیں اور کبھی نظم ونسق سے متعلق امور سے آگاہ کرتے ہیں۔ آج کل کے حالات میں یہ کتاب بہت مفید ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کتاب کا اردو اور انگریزی میں ترجمہ کیا جائے تاکہ موجودہ وزراء بھی اس سے استفادہ کر سکیں۔

❻ سراج الملوک للإمام بکر الطرطوشي

اس کتاب کے مصنف ابوبکر محمد بن الولید بن محمد بن خلف بن سلیمان بن أیوب الفہری الطرطوشی ہیں۔ان کا تعلق اندلس کے علاقہ طرطوش سے تھا۔ الطرطوشی سرّقسطة میں ابوالولید الباجی کے ساتھ تھے وہاں پرانہوں نے ان سے تعلیم حاصل کی جبکہ اشبیلیہ میں ابن حزم سے ادب کی تعلیم حاصل کی ۴۸۶ھ میں الطرطوشی نے مشرق کا سفر کیا۔ بغداد اور بصرہ میں ابوبکر الشاشی، أبوسعید بن متولی اور أبي محمد الجرجانی وغیرہ سے فقہ میں تفقہ حاصل کی۔ ابوبکر الطرطوشی ایک مدت تک شام میں بھی مقیم رہے۔آپ قاضی أبوبکر بن العربي اور ابو الطاہر اسماعیل کے شاگردوں میں سے تھے۔ایک عالم باعمل اور زاہد ومتواضع شخصیت کے حامل تھے۔ان کی تالیفات میں مختصر ”تفسیر الثعالبی، الکتاب الکبیر في مسائل الخلاف، کتاب فی تحریم جبن الروم، کتاب بدع الامور ومحدثاتھا، کتاب شرح رسالة الشیخ ابن أبي زید“ معروف ہیں۔ابوبکر الطرطوشی ۴۴۱ھ میں پیدا ہوئے جبکہ ۵۲۰ھ میں اسکندریہ میں ان کی وفات ہوئی۔(۳۲)

چونسٹھ ابواب پر مشتمل کتاب سراج الملوک کا آغاز مصنف کے مقدمہ سے ہوتا ہے۔مقدمہ کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء سے ہوتا ہے۔پھر مصنف رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام بھیجتا ہے۔اس کتاب کا مقدمہ سیاسة الملوک پر لکھی جانے والی کتب کے منہج کو واضح کرتا ہے۔اس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمان ماہرین سیاست پہلی اقوام کے احکام کو وحی پر مشتمل نہ ہونے کی بناء پر قابل اعتناء نہیں سمجھتے تھے لیکن سیاسی امور میں ان کی مہارت اور اچھے اصولوں کو معروف اور عقل سے ہم آہنگ ہونے کی بناء پر قابل تقلید سمجھتے تھے۔گزری ہوئی تہذیبوں کا یہی وہ حصہ ہے جو بعد میں اسلامی تہذیب کے ساتھ شامل ہو گیا اس بات کی تائید ابوبکر الطرطوشی کے درج ذیل بیان سے ہوتی ہے۔

> ”جب میں گذشتہ اقوام کے حالات ان کے باشاہوں کے احوال اور تدبیر مملکت کے بارے میں ان کی سیاست اور حفظ نسل کے لیے اُن کے ہاں قوانین کی پاسداری کو دیکھتا ہوں تو مجھے ان میں دو چیزیں احکام اور سیاست ملتے ہیں۔ جہاں تک احکام کا تعلق ہے تو یہ حلال وحرام، بیوع، نکاح وطلاق اجارات اوراس سے متعلقہ رسوم سے متعلق ہیں۔ یہ سب احکام وضعی ہیں جن کی بنیاد ان کی دانش ہے نہ کہ کوئی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل

ہونے والی برہان یا دلیل اس ضمن میں انہوں نے کسی رسول کی پیروی کی اور نہ ہی ان احکام کو کسی تدبیر سے حاصل کیا۔ ان کے یہ احکام آگ کی خدمت، بت خانوں کی حفاظت اور بتوں کی پوجا پاٹ سے مستنبط ہیں اور اللہ کی مخلوق میں کوئی بھی ایسی چیزیں گھڑنے سے عاجز نہیں ہے۔ جہاں تک ان کے سیاسی اصولوں کا تعلق ہے تو ان کی پابندی کے لیے انہوں نے قوانین وضع کیے۔ جس نے ان اصولوں پر عمل کیا ان کے ہاں قابل احترام ٹھہرا۔ اور جس نے ان اصولوں کی مخالفت کی وہ نا قابل اعتماد کہلایا۔ ان کے سیاسی اصول عدل وانصاف، حسن تدبیر، امن وجنگ کی بہتر تدابیر، عوام الناس کی عزتوں اوران کے اموال کی حفاظت کے ضامن تھے یہ ایسے اصول ہیں جس میں کوئی چیز بھی عقل کے منافی نہیں اور نہ معروف سے متضاد ہے''۔(۳۳)

ابوبکر الطرطوشی نے اس کتاب میں جن تہذیبوں سے استفادہ کیا وہ مقدمہ میں ان کا ذکر بھی کرتے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں میں نے قدیم عرب، ایرانی، رومی، ہندی، سندھی اور چینی تہذیب کے ملوک اوران کے حکماء کا مطالعہ کیا ہے۔ اس مطالعہ کے نتیجہ میں جو معلومات سامنے آئیں انہیں مصنف نے اپنی اس کتاب میں جمع کردیا ہے۔ کتاب کے منہج کے بارے میں الطرطوشی لکھتے ہیں۔

''فانتظم الكتاب" بحمد لله وعونه واحكمته غاية فى بابه غريبا فى فنونه وأسبابه خفيف المحمل كثير الفائدة لم تسبق الى مثله أقلام العلماء ولا حالت فى نظمه افكار الفضلاء ولا حوته خزائن الملوك والروساء فلا يسمع به ملك الا استكتبه ولا وزير الااستصحبه ولا رئيس الا استحسنه واستوسده عصمة لمن عمل به من الملوك وأهل الرياسة وجنة لمن تحصن به من أولى الامرة والسياسة وجمال لمن تحلى به من أهل الاداب والمحاضرة وعنوان لمن فاوض به من أهل المجالسة والمذاكرة(۳۴)

کتاب کے منہج کا ذکر کرنے کے بعد مصنف تحریر کرتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کا نام سراج الملوک رکھا

ہے تا کہ بادشاہ حکماء اور وزراء کے مشوروں سے مستغنی ہو جائے۔ مقدمہ کے اخر میں مصنف أمیر المؤمنین أبوعبداللہ محمد الآمری کا ذکر کرتا ہے۔ اس ذکر سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ مصنف نے یہ کتاب أبوعبداللہ محمد الأمری کے لیے تحریر کی ہوگی۔ مقدمہ کے اخر میں مصنف اہل سیاست کے لیے علم کی اہمیت کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

فان العلم عصمة الملوك والامراء ومعقل السلاطين والوزراء لانه يمنعهم عن الظلم ويزدهم الى الحلم ويصدهم عن الاذية ويعطفهم على الرعية فمن حقهم ان يعرفواحقه ويكرموا حملته ويستبطنوا أهله وما توفيقنا الا باللّٰه(۳۵)

اس کتاب کے ابواب میں جن امور کو زیر بحث لایا گیا ہے ان میں بادشاہوں کے لیے نصیحتیں، علماء و حکماء کا بادشاہوں کے نزدیک مقام، عدل کرنے والے قاضیوں اور والیوں کی فضیلت، ریاست کے ستون، سلطان کے اوصاف محمودہ اور مذمومہ، سیاسی چالیں، وزاء کی صفات، اداب دربار، مشورہ اور اس کی اہمیت، کتمان، سر سلطان کا مختلف اہلکاروں کے ساتھ رویہ اور اس سے متعلقہ امور شامل ہیں۔ یہ کتاب اسلامی سیاسی ادب کا شاہکار ہے۔ سیاسۃ الملوک پر تحریر کی گئی بعد کی کئی کتابوں کا مصدر ابوبکر الطرطوشی کی یہ کتاب سراج الملوک ہی ہے۔ کتاب کا ایک قدیم نسخہ مرکزی مکتبہ جامع الزیتونہ تیونس میں ۴۴۷۱ نمبر کے تحت موجود ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کتاب کا ترجمہ اردو اور مغربی زبانوں میں کیا جائے تا کہ آج کل کے مسلمان حکمران اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

❼ واسطة السلوك في سياسة الملوك ليموسى بن يوسف ابو حمو بن زيان العبد الوادى

اس کتاب کے مصنف أبوحمو موسیٰ بن یوسف بن عبدالرحمٰن بن یحییٰ ۷۲۵ھ میں غرناطہ میں پیدا ہوئے اور ۷۹۱ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ ابتدائی وقت غرناطہ میں گزارنے کے بعد أبوحمو بنی عبدالواد کے دارالحکومت تلمسان منتقل ہو گئے وہاں سے انہوں نے ابتدائی تعلیم و تربیت حاصل کی۔ ۷۵۳ھ میں أبوحمو تیونس منتقل ہو گئے۔ ۷۵۸ھ میں میں أبوحمو نے المغرب الأوسط کو فتح کرنا شروع کیا ۷۶۰ھ میں انہوں نے تلمسان میں دولۃ بنی زیان کی دوبارہ بنیاد ڈالی۔ ۷۹۱ھ میں أبوتاشفین نے اپنے باب أبوحمو کو قتل کر دیا اور حکومت پر قبضہ کر لیا۔ ابوحمو کی حکومت ۳۱ سال تک برقرار رہی۔ (۳۶)

سیاسہ الملوک کی کتابیں عام طور پر علماء و حکماء نے ملوک و سلاطین کے لیے تحریر کیں لیکن یہ کتاب اس لحاظ

سے منفرد ہے کہ یہ ایک بادشاہ نے خود اپنے ولی عہد کے لیے تحریر کروائی۔ اس کتاب کی حیثیت ایک آئینی دستاویز کی سی ہے۔ مصنف مقدمہ میں اس کتاب کے بارے میں تحریر کرتے ہیں۔

"رأیت أولی ما نتحف به ولی عهدنا، ووارث مجدنا، والخلیفة، ان شاء الله من بعدنا، وصایا حکمیة، وسیاسة عملیة علمیة ممّا یختص به الملوك وتنتظم به أمورهم انتظام السلوك ، ولذلك سمیت هذا الکتاب بواسطة السلوك فی سیاسة الملوك"(۳۷)

یہ کتاب چار ابواب میں تقسیم ہے جبکہ ابتداء میں مؤلف کا مقدمہ ہے۔

- پہلا باب **قواعد الملک والوصایا والآداب** ہے۔ اس باب میں چار فصول ہیں ان فصول میں عدل وانصاف، عقل کی اہمیت، حفظ المال، **حفظ الجیوش والأجناد والآمراء** اور قواد جیسے امور زیر بحث لائے گئے ہیں۔
- دوسرا باب **فی قواعد الملک وأرکانه وما یحتاج الیه الملک فی قوام سلطانه** ہے اس باب میں عقل، سیاستہ، عدل اور جیوش کے لیے مال جمع کرنے کے قواعد شامل ہیں۔
- تیسرا باب **فی الأوصاف المحموده التی هی نظام الملک وجماله وبهجته وکماله** پر مشتمل ہے۔ اس باب میں بھی چار قواعد ہیں پہلا قاعدہ شجاعت سے متعلق، دوسرا کرم سے متعلق تیسرا حلم سے متعلق اور چوتھا عفو سے متعلق ہے۔
- کتاب کا اخری باب **فی الفراسة وهی خاتمه السیاسة** ہے۔

اس کتاب کا منہج منفرد ہے۔ کتاب دراصل باپ کی طرف سے بیٹے کے لیے وصیت ہے اس کتاب کے تحریر کروانے میں ابوحمو کا مقصد اپنے بیٹے کی سیاسی تربیت کرنا تھا چنانچہ وہ جگہ جگہ واعلم، اور یابنی کا صیغہ استعمال کرتا ہے کتاب اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ مصنف کو سیاسة الملوک اور قدیم ملوک کی تاریخ کا علم حاصل تھا۔ چنانچہ کتاب میں تاریخی واقعات بھی موجود ہیں خاص طور پر اس میں ابن الطرطوشی کی کتاب سراج الملوک سے بہت استفادہ نظر آتا ہے۔ بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ سراج الملوک اس کتاب کا مصدر ہے۔ کتاب کے آخر میں مصنف

نے طویل شعروں کی صورت میں اپنے بیٹے اَبوتاشفین کے لیے اپنی سیاسی وصیت کی تکمیل ہے۔

8 الشهب اللامعة في السياسة النافعة لِأبي القاسم ابن رضوان المالقي متوفی ۷۸۳ھ.

آٹھویں صدی ہجری اندلس میں مسلمانوں کے زوال کی داستان ہے۔ اس صدی میں مسلمان حکمرانوں کی ناعاقبت اندیش سیاسی چالوں کی وجہ سے آہستہ آہستہ اندلس کے حصے بخرے ہونے شروع ہوگئے اور متعدد علاقے مسلمانوں کے ہاتھ سے نکلتے گئے۔ اگرچہ اس صدی میں مسلمان سیاسی طور پر زوال کا شکار تھے۔ لیکن اس کے باوجود یہ صدی علمی طور پر مسلمانوں کے لیے خوش بختی کی صدی تھی کیونکہ اسی صدی میں ابن خلدون اور ابن الخطیب جیسے نابغہ علم وفن پیدا ہوئے۔

۷۱۸ھ میں مالقہ کے مقام پر اَبو القاسم عبد اللہ بن یوسف بن رضوان النجاری الخزرجی پیدا ہوئے۔ ابن رضوان کا خاندان ملوک وسلاطین کے قریب تھا۔ ان کے دادا بڑے عالم اور فقیہہ تھے۔ انہیں وزارت کی پیش کش کی گئی لیکن انہوں نے اسے قبول نہیں کیا۔ ابن رضوان کے والد یوسف بن رضوان کو جیش کی قیادت سونپی گئی وہ بھی ایک عالم اور فقیہہ تھے۔ (۳۸)

علماء کے درمیان یہ سوال زیر بحث رہا ہے کہ کیا الشهب اللّامعه کے مصنف ابن رضوان علوم عقلیہ کے ماہر تھے اور مزید یہ کہ کیا انہوں نے فکر اسلامی کا مطالعہ کیا تھا۔ نیز علوم سیاست پر ان کی کس حد تک دسترس تھی۔ الشهب اللامعه کا مطالعہ ان سوالات کا جواب دیتا ہے۔ اس کتاب سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابن رضوان کے پاس اس موضوع پر وسیع علمی ذخیرہ تھا۔ اس ذخیرہ کو ابن رضوان نے اپنی کتاب کی تحریر کے دوران استعمال کیا۔

ابن رضوان کی کتاب الشهب اللامعة في سياسة النافعة کا اگرچہ ابن خلدون اور ابن الخطیب نے ذکر نہیں کیا لیکن یہ کتاب علوم سیاسة کا دائرۃ المعارف ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے یونانی، ایرانی، عربی اور ہندی تہذیبوں سے استفادہ کیا۔ ان تہذیبوں کے علماء سے اقوال اخذ کیے۔ علماء کا خیال ہے کہ ابن رضوان کی کتاب الشهب اللامعة قدیم سیاسی فکر کا مستند مصدر ہے۔

بعض محققین کا خیال ہے کہ ابن خلدون نے المقدمہ کی تصنیف میں اللشهب اللامعة سے استفادہ کیا ہے

ابن خلدون نے ابن بطوطہ کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے محسوس ہوتا ہے کہ وہ ابن رضوان کی الشہب سے لیا گیا ہے۔ اس طرح بعض کتابیں ابن خلدون اور ابن رضوان کی مشترکہ مصدر ہیں جیسے اُرسطو کی کتاب السیاسیۃ اور الطرطوشی کی کتاب سراج الملوک۔ (۳۹)

الشہب اللامعہ سلطان أبی سالم کے کہنے پر لکھی گئی کتاب ہے۔ ۷۶۰ھ میں سلطان اَبی سالم نے ابن رضوان کو یہ کتاب لکھنے کا حکم دیا تا کہ امور سیاست چلانے میں وہ اس کتاب سے مدد لے سکے۔ اگر چہ سلطان ابی سالم ۷۶۲ھ میں ۲۸ سال کی عمر میں قتل ہوگیا لیکن اس کی تحریک پر لکھی ہوئی یہ کتاب بیش بہا علمی ذخیرہ بن گئی۔ ابن رضوان نے یہ کتاب مکمل کر کے سلطان کی خدمت میں اس کی وفات سے قبل پیش کردی۔ یہ کتاب بنومرین کے دور کی سیاسی اور سماجی تصویر ہے یہ کتاب اسلامی سیاسی فکر کا نمونہ ہے۔ اس کتاب کے منہج کے بارے میں ابن رضوان لکھتے ہیں:

> انه يؤلف مجموعا فى علم السياسة من سياسة الملوك الأقدمين وسير الخلفاء الماضين وكلمات الحكماء الأولين، ما فيه غنية الخاطر، ونزهة النادر، محتويا على طرف من التاريخ الذى تستشرف النفوس اليه، وتشتمل القلوب عليه، ليكون فى ذلك عونا على تعلق الأحكام السياسية بالخواطر. انه هنا يقرر أنه سيقدم المادة ـ مادة العلم- من سياسة الملوك والخلفاء، وسيعطى آراء الحكماء الفلاسفة، وسيربط هذا كله بنماذج من التاريخ العام (۴۰)

یہ کتاب بیس ابواب پر مشتمل ہے۔ ان ابواب میں فصول بھی ہیں۔ ابواب جن موضوعات کا احاطہ کرتے ہیں ان میں فضل الحلم ، بادشاہ کی مجالس کے اداب، وفود کے استقبال کے طریقے اور اسالیب، وزراء اور ان کے فرائض، **حاشیۃ الملوک** کی اہمیت۔ **وفاء بالعہود** کی حیثیت وغیرہ کے موضوعات شامل ہیں۔ **الشہب اللامعۃ فی السیاسۃ النافعۃ سیاسۃ الملوک** کی عظیم کتاب ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے آج کے مسلمان حکمران بھی اپنی سیاسی تدابیر کے لیے راہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔

⑨ بدائع السلک في طبائع الملک لإبن الأزرق

سیاسۃ الملوک کی یہ اہم کتاب ابن الأزرق (۴۱) کی تحریر کردہ ہے۔ مصنف نے اس کتاب کو چار اجزاء میں تقسیم کیا ہے۔ الکتاب الاوّل میں سلطنت اور خلافت کی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ کتاب دو ابواب میں تقسیم ہے خلافت اور ریاست کے علاوہ اس میں حکمرانی کی مختلف اقسام کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ الکتاب الثانی میں ارکان مملکت اور اس کے قواعد کا بیان ہے۔ الکتاب الثالث میں سلطان کی ذمہ داریوں اور فرائض کا ذکر ہے جبکہ الکتاب الرابع میں سلطان اور ملک کے لیے موجود خطرات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

ابن الأزرق کی یہ کتاب سیاسۃ الملوک کا اہم مصدر ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے قبل از اسلام کی تہذیبوں کے علاوہ تورات وانجیل کو بھی بطور مصدر استعمال کیا ہے۔ مصنف نے اس کتاب کی تصنیف میں منفرد اسلوب اختیار کیا ہے۔ کتاب کو ابواب التطور اور متعدد مقاموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ سیاسی اصولوں کو بیان کرتے ہوئے مصنف نے تاریخی واقعات اور معروف حکمرانوں کے طرز عمل سے بھی استشہاد لیا ہے۔ کتاب کے شروع میں ابن الأزرق نے خلافت اور ملوکیت میں فرق کو بیان کیا ہے جبکہ بعد کے مباحث میں ایسے اصول بیان کیے ہیں جن کی پیروی سے بہتر سیاسی مقاصد کا حصول ممکن ہو جاتا ہے۔

⑩ التبر المسبوک فی نصیحۃ الملوک للإمام أبی حامد الغزالی (متوفی ۵۰۵ھ)

ابو حامد الغزالی کی یہ معروف کتاب سیاسۃ الملوک کی بنیادی کتب میں شمار کی جاتی ہے۔ امام الغزالی نے اس کتاب کو چھ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔

- پہلا باب اصل الأیمان سے متعلق ہے۔ اس باب میں اسلامی عقائد خالق کائنات کی حقیقت وامتیازات، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت اور آپ ﷺ کے ذکر کو شامل کیا گیا ہے نیز عدل وانصاف سے متعلقہ دس اصول بیان کیے ہیں۔ ان اصولوں کے بیاں کے بعد امام الغزالی نے ملوک کی سیاست میں عدل کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔
- التبر المسبوک کا دوسرا باب ''سیرۃ الوزراء'' اور ان کی سیاست سے متعلق ہے

- تیسرا باب ''کتاب'' اوران سے متعلقہ اداب سے ہیں۔
- چوتھا باب ''ملوک'' سے متعلق ہے۔
- جبکہ پانچواں باب ''حکماء'' کی حکمت سے متعلق ہے۔
- چھٹا باب ''عقل'' سے متعلق ہے۔
- جبکہ ساتویں باب میں ''خواتین'' کا ذکر ہے۔

امام الغزالی اس کتاب میں براہِ راست سلطان سے مخاطب ہوئے ہیں۔اوراس سے کہتے ہیں:

اعلم ايها السلطان أنك مخلوق ولك خالق وهو خالق العالم وجميع ما في العالم، وأنه لاشريك له، فرد لا مثل له، كان فى الأزل وليس لكونه زوال(۴۲)

امام الغزالی نے یہ اسلوب ساری کتاب میں اختیار کیا ہوا ہے۔وہ بادشاہوں وزیروں اور سرکاری اہلکاروں سے براہ راست مخاطب ہوکر انہیں نصیحت کرتے ہیں اوران کے طرزِ عمل کی اصلاح کے لیے راہنمائی فراہم کرتے ہیں۔امام الغزالی کا اسلوب اس کتاب میں براہ راست اورسادہ ہے اوروہ واضح انداز میں سیاست کو شریعت کے تابع کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔سیاستہ ملوک کی دوسری کتابوں کی طرح اس کتاب میں بھی اسلامی تہذیب کے علاوہ دوسری تہذیبوں سے استفادہ نظر آتا ہے۔

سیاستہ الملوک کے مجال میں مذکورہ بالا کتب کے علاوہ مندرجہ ذیل مصادر کو بھی بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

۱) سیاسة الملوک از ابودلف قاسم بن عیسی بن ادریس بن معقل البغدادی الوزیر(متو فی ۲۲۵ھ)

۲) کتاب السیاسة لأبی القاسم حسین بن علی بن الحسین الوزیر المغربی (متوفی۴۱۸ھ)

۳) سلوان المطالع لمحمد بن عبد الله بن محمد بن ظفر.

۴) حسن السلوک في مواعظ الملوک لأبی الفرج عبد الرحمن بن علی بن الجوزی البغدادی (متوفی ۵۴۷ھ)

۵) کتاب السیاسة لعبد الرحمان بن یوسف بن رضوان المالقی متوفی ۷۸۴ھ

۶) تحفة الولاة والأمراء الأكابر في أساس السياسات الدينية والدنيوية والأدب الفاخر از محمد بابی الترکی.

۷) النجوم الزاهرة فی ملوک مصر والقاهره از جمال الدین أبي المحاسن یوسف بن تغری (متوفی ۸۷۴ھ)

۸) أداب الملوک از أبو منصور عبد الملک بن محمد بن اسماعیل الثعالبی (متوفی ۴۲۹ھ)

۹) التاج فی اخلاق الملوک از أبو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ (متوفی ۲۵۵ھ)

۱۰) الوزراء والکتاب از أبو عبد الله محمد بن عبدوس الجهشیاری (متوفی ۳۳۱ھ)

۱۱) آثار الآول في ترتیب الدول از حسن بن عبد الله العباسی ۷۱۰ھ۔

۱۲) الجواهر الثمین فی سیر الخلفاء والملوک والسلاطین از محمد بن أید مر العلائي ابن دقماق ت ۸۰۹ھ۔

۱۳) العقد الفرید للملک السعید از أبو سالم محمد بن طلحة أبو زید متوفی ۶۵۲ھ۔

۱۴) کتاب الفخری فی الأدب السلطانية والدول الإسلامية از ابن طباطبا محمد بن علي المعروف بابن الطقطفی ۷۰۴ھ

۱۵) سیاسة نامه از نظام الملک الحسن بن علی بن اسحاق طوسی متوفی ۴۸۵ھ

۱۶) تسهیل النظر وتعجیل الظفر فی أخلاق الملک وسیاسة الملک از الماوردی

۱۷) کتاب السیاسة أو الإشارة فی تدبیر الإمارة از أبو بکر محمد بن الحسن المرادی

۱۸) الابریز المسبوک فی کیفیة أدب الملوک لعبد الله بن عبد الرحمن یہ کتاب صلاح الدین ایوبی کے لیے تحریر کی گئی۔

۱۹) منهج السلوک إلی نصیحة الملوک للدمنهوري أحمد بن عبد المنعم حسن.

۲۰) کتاب السیاسة والأحکام لأبی المکارم زین الدین بن مصطفی بن حبیب الحنفي متوفی ۱۱۴۶ھ۔

خاتمہ:

اس مقالہ میں ذکر کی گئی کتابوں کے منہج سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتابیں السیاسۃ الشرعیہ سے مختلف اسلوب پر تحریر کی گئی ہیں۔ اگرچہ بعض فہارس میں سیاسۃ الملوک کی کتابوں کو السیاسۃ الشریعہ کے ذیل میں ہی درج کیا جاتا ہے لیکن دونوں نوعیت کی کتابوں میں بنیادی فرق ہے۔ السیاسۃ الشریعہ کی کتابیں اصول فقہ کی بنیاد پر مرتب کی گئیں ہیں۔ ان کتابوں میں احکام السیاسۃ و الریاسۃ اور خلفاء وامراء سے متعلق جو قواعد وضوابط درج ہیں وہ فقہ اسلامی کے معروف منہج کے مطابق قرآن وسنت یا فقہ اسلامی کے دوسرے مصادر سے مستنبط ہیں۔ جبکہ سیاسۃ الملوک کی کتابوں میں ہر قسم کے مصادر کو استعمال کیا گیا ہے۔ فقہ کی بنیاد چونکہ وحی پر ہے اس لیے السیاسۃ الشریعۃ کی کتابوں میں زیادہ تر استنباط قرآن وسنت سے ہے۔ جبکہ سیاسۃ الملوک کی کتابوں میں قرآن وسنت کے علاوہ دوسرے مصادر اور خاص طور پر دوسری تہذیبوں سے واضح استفادہ نظر آتا ہے۔ سیاسۃ الملوک کی کتابوں میں اس منہج کی نشاندہی ابوبکر الطرطوشی نے سراج الملوک میں کی ہے جس میں انہوں نے ذکر کیا ہے کہ قبل از اسلام اور اسلام کی معاصر تہذیبوں میں جو چیزیں بھی معروف اور مقاصد شریعہ سے ہم آہنگ تھیں ان کو سیاسۃ الملوک کے ادب میں شامل کیا گیا ہے۔

سیاسۃ الملوک کے حوالے سے مسلمانوں نے چینی، ہندی فارسی، قدیم عربی، رومن اور یونانی تہذیب کے ایسے عناصر جو اسلامی اصولوں کے مطابق مباح کے درجے میں آتے تھے۔ گہرے مطالعہ کے بعد اسلامی سیاست میں شامل کرنے کے لیے منتخب کیے۔ اس بارے میں احتیاط یہ کی گئی کہ صرف ایسی چیزوں کو ہی اسلامی سیاسی ادب میں شامل کیا گیا جو نہ صرف اسلامی اصولوں سے مطابقت رکھتی تھیں بلکہ اقتصادی، جغرافیائی اور دفاعی پہلوؤں سے بھی مسلمان علاقوں سے مطابقت رکھتی تھیں۔

سیاسۃ الملوک کے مصنفین نے بلاتعصب غیر اسلامی اقوام کے عادل حکمرانوں کی خوبیوں کا اعتراف بھی کیا اور ان کی سیاسی حکمت عملیوں کو سراہا بھی ہے۔ یہ کتابیں مسلمان حکمرانوں کے خواہش پر ان کے وزیروں اور مشیروں نے مرتب کیں۔ ان کتابوں میں جو کچھ لکھا گیا یہ اس دور کے مسلمان حکمرانوں کی عملی ضرورتیں تھیں۔ ان کتابوں میں دیئے گئے اصولوں کے مطابق ہی مسلمانوں نے سیاسی اور انتظامی اداروں کو منظم کیا۔

اس لحاظ سے سیاسۃ الملوک کے ادب کی عملی اور نظری اہمیت ہے۔ یہ نہ صرف اسلامی سیاسی اور انتظامی اداروں کے ارتقاء کی تاریخ ہے بلکہ مسلمانوں نے جس طرح دوسری تہذیبوں سے اخذ و استنباط کر کے اسلامی تہذیب و تمدن کے سیاسی و انتظامی پہلو کو منظم کیا اس کا مطالعہ بھی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ سیاسۃ الملوک کے ادب کا روایۃً اور درایۃً جائزہ لیا جائے اور دورِ حاضر میں مسلمانوں کے ہاں سیاسی اور انتظامی اصلاحات کا تعین کرتے ہوئے ترقی یافتہ مغربی سیاسی اور انتظامی تجربوں کے ساتھ ساتھ اسلامی ثقافت کے اس ذخیرہ سے بھی استفادہ کیا جائے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے۔

Abdul Hamid A.Abu Sulayman,"Towards an Istamic Theory of International Relations:New Directions for Methodology and Thought(virginia:International Institute of Islamic Thought,1994)P. 60-61

۲. احمد محمد الخولی، ادب السياسة فى العصر الاموی، دار نهضة مصر للطبع والنشر، ۱۹۶۹، ص: ۳۔۴.

3- Seyyed Hossein Nasr, Science and Civilization in Islam (New York: New American Library, 1968), P.30.

4- Seyyed Hossein Nasr, Knowledge and Sacred (New York: Suny, 1989) P.67-69.

۵. موسى بن يوسف ابوحموبن زيان العبدالوادی،واسطة السلوک فی سياسة الملوک تحقيق،عبد الرحمن عون، محمد الذاهی (تیونس، ۱۹۸۲)، ص:۳.

۶۔ موسیٰ بن یوسف،م۔ن،ص:۶۔

۷۔ عبداللہ بن ہارون خلفاء بنوعباس میں سے ساتویں خلیفہ تھے ان کا لقب المامون تھا۔ اسلامی تاریخ کے عظیم حکمرانوں میں شامل ہیں۔ مامون محدثین وعلماء سے قرب رکھتے تھے ان کے دور میں کئی یونانی کتابیں عربی میں ترجمہ کی گئیں۔ مامون کا دور حکومت ۱۹۳ھ تا ۲۱۸ھ ہے۔

تفصیل کے لیے دیکھیے الطبری (ابوجعفر محمد بن جریر)، تاريخ الأمم والملوک، دارالفكر للطباعة ونشر بيروت. ۱۹۷۹،ص:۱۰/۲۲۶؛ البغدادی (ابو بکر احمد بن علی الخطیب) تاريخ بغداد او مدينة السلام، دار الكتاب العربی، بيروت، ص: ۱۰/۱۸۳.

۸۔ ابوزکریا یحییٰ بن ماسویہ ۲۴۳ھ/۸۵۷ء میں فوت ہوئے۔ خلیفہ ہارون الرشید نے انہیں دار الترجمہ کا امین بنایا ہوا تھا۔ ہارون الرشید کے بعد انہوں نے المامون اور المعتصم کے ساتھ بھی کام کیا ان کی متعدد تصنیفات ہیں جن میں مضار الأغذية، الفصول الحكمية اورالنوادر الحكميه معروف ہیں۔

دیکھیے كحالة (عمررضا) ، مُعجم المؤلفين (تراجم مصنفى الكتب العربية) مكتبه المثنى . بيروت داراحیاء التراث العربی، بيروت. ص: ۱۳/۲۶۳.

۹۔ ابوزید حنین بن اسحاق البغدادی ۲۶۰ھ میں فوت ہوئے۔ حنین الحیرۃ کے نصاری میں سے تھے۔ عربی، سریانی، یونانی اور فارسی زبانوں کے ماہر تھے ان کی معروف مؤلفات میں الأغذیة اور تاریخ العالم شامل ہیں۔ دیکھئے۔ کحالة، مُعجم المؤلفین، ص: ۴/۸۷۔۸۸.

۱۰. موسی بن یوسف، واسطة السلوک، ص: ۲.

۱۱. جمال الدین ابو بکر الخوارزمی، کتاب مفید العلوم و مبید الهموم، المطبعة الشرفية ۱۹۰۹، ص: ۲.

۱۲۔ الخوارزمی، م۔ن، ص: ۱۲۴ تا ۱۳۳۔

۱۳۔ م۔ن، ص: ۲۵۴ تا ۲۶۹۔

۱۴۔ م۔ن، ص: ۲۷۰۔۲۷۱۔

۱۵۔ م۔ن، ص: ۲۷۱۔۲۷۷۔

۱۶۔ م۔ن، ص: ۲۷۸۔۳۲۵۔

۱۷۔ ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری، آئمہ ادب، وتاریخ اور نحو ہیں۔ ان کا شمار کثیر التصانیف مصنفین میں ہوتا ہے۔ بغداد میں پیدا ہوئے بعد میں کوفہ میں مقیم رہے۔ الدینور کے قاضی بھی رہے ۲۱۳ھ میں ان کی پیدائش ہوئی۔ ۲۸۶ھ میں بغداد میں ان کی وفات ہوئی ان کی اہم تصانیف میں تأویل مختلف الحدیث، أدب الکاتب، المعارف، کتاب المعانی، عیون الأخبار وغیرہ شامل ہیں۔

۱۸. مسلم ابن قتیبه، الأمامة والسياسة، تحقيق طه محمد الزينى، دار المعرفة، بيروت. ص: ۱/۹۔۱۴.

۱۹۔ م۔ن، ص: ۲۵۔۲۸

۲۰۔ دیکھئے

Hilal Al-Sabi, Rusum Dar Al-Khilafah (The Rules and Regulations of the Abbasid Courf) Translated into English by Elie. A Salem, Beirut 1977.

۲۱. ابن الفراء ابو علی الحسين بن محمد، کتاب رسل الملوک ومن يصلح للرسالة والسفارة، تحقيق صلاح الدين المنجد، مطبعة لجنة التاليف والترجمة والنشر، القاهرة، ۱۹۴۸ء، ص: ۷.

۲۲۔ م۔ص۔ی

۲۳۔ م۔ن، ص: ۱

۲۴۔ م۔ن، ص: ۱۔۲

۲۵۔ م۔ن، ص: ۹۔۲۲۔

۲۶۔ م۔ن، ص: ۳۰۔۵۳۔

۲۷۔ م۔ن،ص: ص ک ل۔

۲۸۔ تفصیل کے لیے دیکھیے:

ابن خلكان (ابو العباس شمس الدين احمد بن محمد بن ابى بكر) متوفى ٦٨١هـ، وفيات الاعيان وأبناء الزمان، تحقيق احسان عباس، دارالثقافة، بيروت. ص:۲۸۲/۳، ابن الجوزى (ابو الفرج عبد الرحمن بن على بن محمد) متوفى ٥٩٧هـ، المنتظم فى تاريخ الملوك والامم، الطبع الاول مطبعة دائرة المعارف العثمانية، حيدر آباد دكن ١٣٥٨هـ، ص:١٩٩/٨؛ ابن العماد (ابو الفلاح عبد الحى بن العماد الحنبلى) متوفى ١٠٨٩هـ) شذرات الذهب فى اخبار من ذهب، دار المسيرة، بيروت. ١٩٧٩، ص:٢٨٥/٣.

۲۹. الماوردى، ادب الوزير المعروف بقوانين الوزارة وسياسة الملك، مكتبة الخانجى، طبع اوّل. ١٣٤٨هـ/ ١٩٢٩ء، ص:٣.

۳۰۔ ادب الوزیر،ص:۹۔۱۲

۳۱۔ م۔ن،ص:۱۵۔۲۰۔

۳۲۔ تفصیل کے لیے دیکھیے:

المقرى(أحمد بن محمد المقرى التلمسانى متوفى ١٠٤٢هـ)، نفح الطيب من غضن الأندلس الرطيب وذكر وزير هالسان الدين ابن الخطيب تحقيق محمد محى الدين عبد الحميد، مصر ١٩٤٩.

ابن بشكوال (أبو القاسم خلف بن عبد الملك متوفى ٥٧٢هـ/١١٨٣م) الصلة فى تاريخ أئمة الأندلس وعلمائهم ومحدثهم وفقهائهم وأدبائهم. ط ١٨٨٢هـ، ص:١٢٠.

۳۳. ابو بكر الطر طوشى (أبو بكر بن الويد من محمد بن خلف)، سراج الملوك، المطبعة الوطنية ١٢٨٩هـ الاسكندرية، ص:٦.

۳۴۔ م۔ن،ص:۷۔

۳۵۔ م۔ن،ص:۸۔

۳۶۔ کحالۃ،معجم المؤلفین،ص:۱۳/۵۰۔۵۱۔

۳۷. موسى بن يوسف ابو حمو بن زيان البغدالوادى، واسطة السلوك فى سياسة الملوك،ص:١٩.

۳۸. ابن الاحمر، كتاب مستودع العلامة ومبتدع العلامة، تحقيق محمد بن تاويت التطوانى، ص: ٥٢.

۳۹. ابو القاسم ابن رضوان المالقى متوفى ٧٨٣هـ، الشهب اللامعة فى السياسة النافعة دارالثقافة، المغرب ١٩٨٤، ص: ٣٢.

۴۰۔ م۔ن،ص:۳٦۔

۴۱۔ أبوعبداللہ محمد بن الأزرق الواداشي ۸۴٦ھ میں فوت ہوئے۔غربی مالقہ اور غرطانۃ میں قاضی رہے۔ان کی ایک اور معروف کتاب کتاب حسن مفید ہے دیکھئے نیل الابتهاج، دارالکتب العلمیة بیروت، ص: ۳۲۴.

۴۲۔ أبوحامد الغزالی، التبر المسبوک في نصيحة الملوک www.alwarry.com، مكتبه الكليات الأزهرية. مصر. ۱۳۸۷ھ، ص: ۱.